قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعرات 05 نومبر 2020ء | 18 ربیع الاول 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 262

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے قرآن کا ایک حرف بھی پڑھا اس کو اس کے پڑھنے کی وجہ سے ایک نیکی ملے گی اور اس ایک نیکی کی وجہ سے دس اور نیکیاں ملیں گی۔ پھر فرمایا: مَیں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن…)

ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو وہاں خیر کم ہو جاتی ہے۔ اور وہاں شر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

(کنزالعمال۔ ادب المعبر الفصل الثانی فی آداب البیت والبناء حدیث نمبر ۴۱۴۹۶ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

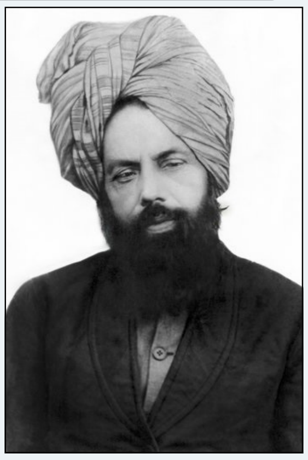

قرآن کریم میں تمام مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اُس وقت دنیا میں آئی تھی جبکہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے۔ اور بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہو گئی تھیں۔ اور تقریباً سب کے سب لوگ بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں گرفتار تھے۔ اسی کی طرف اللہ جَلَّ شَانُہٗ قرآن مجید میں اشارہ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الرّوم: 42) یعنی تمام لوگ کیا اہل کتاب اور کیا دوسرے سب کے سب بدعقیدگیوں میں مبتلا تھے اور دنیا میں فساد عظیم برپا تھا۔ غرض ایسے زمانے میں خدا تعالیٰ نے تمام عقائد باطلہ کی تردید کے لئے قرآن مجید جیسی کامل کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی جس میں کل مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے۔ اور خاص کر سورہ فاتحہ میں جو پنج وقت ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اشارہ کے طور پر کل عقائد کا ذکر ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 379 جدید ایڈیشن)

جولوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(کشتیٔ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

قرآن کریم فرقان ہے

نیز فرمایا:

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن شریف سے اعراض صوری یا معنوی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں اور اس کے غیروں میں فرقان رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں کے عجائبات وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی معرفت بڑھتی ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کو وہ حواس اور قویٰ دیئے جاتے ہیں کہ وہ ان چیزوں اور اسرار قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھتے۔ وہ ان باتوں کو سنتا ہے کہ اوروں کو اس کی خبر نہیں"۔ (الحکم 17/ اگست 1905ء صفحہ 5 کالم نمبر 4)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

(القمر: 18)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟

فرمان خلیفہ وقت

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یہ زمانہ اب وہی ہے جب اور بھی بہت ساری دلچسپیوں کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ پڑھنے والی کتابیں بھی اور بہت سی آچکی ہیں۔ اور بہت ساری دلچسپیوں کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ انٹرنیٹ وغیرہ ہیں جن پر ساری ساری رات یا سارا سارا دن بیٹھے رہتے ہیں۔ اس طرح ہے کہ نشے کی حالت ہے اور اس طرح کی اَور بھی دلچسپیاں ہیں۔ خیالات اور نظریات اور فلسفے بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ جو انسان کو مذہب سے دور لے جانے والے ہیں اور مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔ دنیا میں سارا معاشرہ ہی ایک ہو چکا ہے۔ قرآنی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی کی تعلیمات پر ہر جگہ عمل ہو رہا ہے۔ یہی زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ اسی زمانے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قرآن کو متروک چھوڑ دیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی اس متروک شدہ تعلیم کو دنیا میں دوبارہ رائج کرنا ہے اور آپؑ نے یہ رائج کرنا تھا بھی اور آپؑ نے یہ رائج کر کے دکھایا بھی ہے۔ آج ہم احمدیوں کی ذمہ داری ہے، ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی تعلیم پر نہ صرف عمل کرنے والا ہو، اپنے پر لاگو کرنے والا ہو بلکہ آگے بھی پھیلائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھائے۔ اور کبھی بھی یہ آیت جو مَیں نے اوپر پڑھی ہے کسی احمدی کو اپنی لپیٹ میں نہ لے۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ ہمارے ذہن میں ہونا چاہئے کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ ہم ہمیشہ قرآن کے ہر حکم اور ہر لفظ کو عزت دینے والے ہوں۔ اور عزت اس وقت ہو گی جب ہم اس پر عمل کر رہے ہوں گے۔ اور جب ہم اس طرح کر رہے ہوں گے تو قرآن کریم ہمیں ہر پریشانی سے نجات دلانے والا اور ہمارے لئے رحمت کی چھتری ہو گا۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل: 83) اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا اور کسی چیز میں نہیں بڑھاتا۔

پس ہمیں چاہئے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے تمام اوامر و نواہی کو سامنے رکھیں اور اس تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ تبھی ہم روحانی اور جسمانی شفا پانے والے بھی ہوں گے اور قرآن کریم ہمارے لئے رحمت کا باعث بھی ہو گا۔ اور عمل نہ کرنے والے تو ظالم ہیں اور ان کے لئے سوائے گھاٹے کے اور کچھ ہے ہی نہیں، جیسا کہ قرآن شریف نے فرمایا۔ ان کی تو آنکھ ہی اندھی ہے۔ ان کو تو قرآن کریم کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

(خطبۂ جمعہ فرمودہ 21 اکتوبر 2005ء)

اس شمارہ میں

- یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی (منظوم)
- قرآن کریم کی حکیمانہ ترتیب
- تعارف سورۃ الاحزاب
- حضرت ملک محمد الطاف خان صاحب رضی اللہ عنہ

دربارِ خلافت

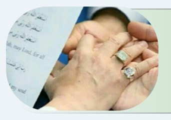

حقیقی ماٹو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے جس میں تمام نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ پیش فرماتے ہیں:۔

صرف منہ سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا مقصد نہیں ہے اکثر جیسے لوگ دہراتے رہتے ہیں۔ جھوٹ بھی بولیں گے تو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر جھوٹ بول دیں گے۔ بلکہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اگر کہا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کا خوف اور اس کی تمام صفات سامنے آ جاتی ہیں۔ پھر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی واضح ہوتی ہے۔ پس جب تک انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو نہ ہو جائے توحید کو کامل نہیں سمجھ سکتا یا توحید کامل کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تفصیلی جلوہ یعنی قرآن کریم کو سمجھ سکتا ہے۔ جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہو کر توحید کو نہیں سمجھتے، باوجود عقل کے شرک میں مبتلا رہتے ہیں۔ غیر مسلموں کو تو ایک طرف رکھیں مسلمانوں میں بھی جو لوگ ہیں ان کی بہت بڑی اکثریت پیروں فقیروں کو اپنا خدا بنا بیٹھے ہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 566 خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ اگست 1936ء)

کہا تو احمدیوں کو جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اسلام سے خارج ہو گئے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہچانا اور نتیجۃً توحید سے بھی دور ہیں۔ اس زمانے میں اس توحید کا حقیقی ادراک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حاصل ہوا ہے اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہونے کی وجہ سے آپ کو ملا ہے۔ جن کو دنیا کافر کہتی ہے وہی توحید کے حقیقی علمبردار ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہوئے تو آپ کو نظر آ گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور ان کو زندہ ماننا شرک ہے۔ آپ سے پہلے لاکھوں ایسے عالم اور فقیہ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خدائی صفات منسوب کرتے تھے مثلاً یہ کہ وہ اب تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں، وہ مردے زندہ کیا کرتے تھے، ان کو غیب کا علم تھا وغیرہ وغیرہ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے آج ہم بلکہ ہر احمدی بچہ عقلی اور نقلی دلائل سے اس عقیدے پر قائم رہنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہو کر، آپ سے نور لے کر ہمیں بتائیں اور شرک کو ہم سے دور کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اس زمانے کے لوگوں کو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا جلوہ دکھایا اور یہی ایک چیز ہے جو اسلام کا لب لباب ہے اور جس کا ہر کامل موحد میں پایا جانا ضروری ہے۔ باقی تو سب تفصیلات ہیں جو مختلف آدمیوں کے لئے مختلف شکلوں میں بدلتی رہتی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت بتایا، کسی کو بڑی نیکی جہاد فی سبیل اللہ بتایا، کسی کو بڑی نیکی تہجد کی ادائیگی بتایا۔ پس ہر ایک کو اس کی بنیادی کمزوری دور کرنے کے لئے توجہ دلائی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی نیکیاں بجا لانے کی ضرورت نہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 566 تا 567 خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ اگست 1936ء)

پس یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم کے تمام احکام اپنی اپنی جگہ پر بہت عمدہ اور مفید ہیں لیکن لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سب پر حاوی ہے۔ پس یہ اصل ماٹو ہے جسے ہمیں ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ توحید کی حقیقت اور اس کے قیام پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ انسان بت پرستی نہ کرے یا کسی انسان کو خدا تعالیٰ کے مقابل پر زندہ نہ مانے یا کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائے بلکہ دنیا کے ہر کام میں توحید کا تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سونے کے وقت اور وضو کے وقت بھی توحید کا اقرار فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کسی انسان کو دنیا کے کسی کام پر بھروسہ یا انحصار ہو گیا تو وہ انسان شرک کے مقام پر جا ٹھہرا اور پھر اس کے موحد ہونے کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ توحید کی لازمی شرط ہے کہ انسان صرف خدا تعالیٰ کی ذات پر ہی تکیہ رکھے اور بھروسہ کرے۔ توحید کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر کام میں خواہ دینی ہے یا دنیاوی انسان کی نظر صرف ایک خدا کی طرف اٹھے۔ پس بے شک اپنی جگہ تمام نیک فقرات عمدہ اور اچھے ماٹو ہیں لیکن کامل موحد بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی نظر سے ہر ایک چیز غائب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لئے ہر چیز کالعدم ہو جائے۔ پس حقیقی ماٹو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے جس میں تمام نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 568 تا 569 خطبہ جمعہ فرمودہ 28/ اگست 1936ء)

(خطبہ جمعہ 9/ مئی 2014ء)

یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں یہ وحشتیں کیسی

نہ شب کو چاند ہی اچھا نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی

وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی

عذاب جن کا تبسم ثواب جن کی نگاہ
کھنچی ہوئی ہیں پس جاں یہ صورتیں کیسی

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

جو بے خبر کوئی گزرا تو یہ صدا دے دی
میں سنگ راہ ہوں مجھ پر عنایتیں کیسی

نہیں کہ حسن ہی نیرنگیوں میں طاق نہیں
جنوں بھی کھیل رہا ہے سیاستیں کیسی

نہ صاحبان جنوں ہیں نہ اہل کشف و کمال
ہمارے عہد میں آئیں کثافتیں کیسی

جو ابر ہے وہی اب سنگ و خشت لاتا ہے
فضا یہ ہو تو دلوں میں نزاکتیں کیسی

یہ دور بے ہنراں ہے بچا رکھو خود کو
یہاں صداقتیں کیسی کرامتیں کیسی

(عبید اللہ علیم)

تبرکات: حضرت میر محمد اسحاق رضی اللہ عنہ

قرآن کریم کی حکیمانہ ترتیب

(قسط نمبر4)

قرآن مجید یقینا خدا کی کتاب ہے اور یقیناً وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا کسی اور انسان کی تصنیف نہیں اور اس دعویٰ کے ہمارے پاس بیسیوں نہیں سینکڑوں دلائل اور ثبوت ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس پاک و بزرگ کتاب میں آئندہ زمانہ کی خبریں دی گئی ہیں اور کوئی شخص خواہ وہ زمین کے تمام انسانوں سے افضل ہو جیسے مکہ کا رسول امینؐ یا آسمان کے تمام فرشتوں کا سردار ہو۔ جیسے ساتویں آسمان کا جبریل امین۔ آئندہ کی خبر دینے سے عاجز بلکہ آئندہ کی خبر معلوم کرنے سے بھی ہمہ تن عاجز ہے۔ چنانچہ عجیب اتفاق ہے کہ ایک دفعہ بیسیوں بلکہ غالباً سینکڑوں صحابہ کی موجودگی میں آسمان کا جبریل امین اور زمین کا رسول امین دونوں ایک مجلس میں استاد شاگرد کی طرح آمنے سامنے بیٹھ کر سوال وجواب کرنے لگے۔ جب آئندہ کی خبروں کے علم کا ذکر چلا تو مجیب نے سائل کو یوں جواب دیا کہ

مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَابِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل النبیؐ عن الایمان) اے جبریل! آئندہ کی باتیں نہ میں جانتا ہوں نہ تُو جانتا ہے۔

بارگاہ الٰہی میں انتہائی عجز کا اظہار

سبحان اللہ عاجزی کا کیسا اظہار ہے اور بے چارگی کی کیسی نمایاں مثال ہے کہ آسمان کا سب سے بڑا شخص اور زمین کا سب سے افضل انسان دونوں مل کر نہایت عاجزانہ اور خاشعانہ لہجہ میں اقرار کرتے ہیں کہ گو ہمیں اور سب کچھ آتا ہے۔ دین ہمیں سے تھا۔ ہمیں نے ایمان کا بیج بویا۔ ہمارے ہاتھ سے ہی وہ بارآور ہوا۔ سارے فرشتے اور تمام انسان ہماری اطاعت کے مکلف ہیں۔ خدا کے بعد اے جبریل تو فرشتوں میں اور میں انسانوں میں سب سے افضل واکمل ہیں۔ مگر اس علام الغیوب کے آگے کیسے عاجز اور بے چارہ ہیں کہ کل کی خبر بلکہ کل کیا ہمیں تو اگلے گھنٹہ بلکہ اگلے منٹ بلکہ اگلے سیکنڈ کا بھی علم نہیں۔ سبحان اللہ۔ کیسی عاجزی اور کیسے خشوع اور کس درجہ تذلل کا اقرار ہے۔ خدا کی قسم مجھے رونا آتا ہے جب میں اس حدیث کو پڑھتا ہوں اور تصور میں لاتا ہوں کہ تمام فرشتوں کا سردار انسانی شکل میں مجسم ہو کر مدینہ میں تمام انسانوں کے سردار کے سامنے دوزانو ہو کر سوال وجواب کرتے ہوئے پوچھتا ہے کہ حضور! قیامت کب ہو گی؟ اور حضور جواب دیتے ہیں کہ اے پوچھنے والے یہ تو غیب کی خبر ہے جو نہ تجھے معلوم اور نہ مجھے معلوم۔ مجھے رونا اس لئے آتا ہے کہ جب سب سے افضل اور سب کا سردار اور سب سے بہتر اور سب سے نیک اور سب سے عالم اور خدا کو سب سے زیادہ پیارا خدا کی بارگاہ میں عاجزی کا اقراری اور تذلل کا اظہار کرنے والا ہے تو ہم نالائق کس گنتی میں ہیں؟ مگر افسوس کہ باوجود جہالت، کم علمی اور نالائقی کے اپنا علم جتانے اور اپنی قابلیت کا سکہ جمانے میں ہم سب سے آگے ہوتے ہیں۔ کیا ہی سچ فرمایا حضرت امام مالک نے کہ حقیقی عالم وہ ہے جو سو سوالوں میں سے ننانوے کے جواب میں یوں کہے کہ مجھے ان کا جواب نہیں آتا۔ مگر ہماری یہ حالت ہے کہ کسی سائل سے یہ کہنا کہ ہمیں یہ مسئلہ نہیں آتا مر جانے کے مترادف سمجھا جاتا ہے اور عالم کی یہ نشانی سمجھی جاتی ہے کہ ہر سوال کا جواب ضرور دے۔ خواہ جواب آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ خواہ جواب صحیح ہو یا غلط۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب ہے

غرض ایک دلیل اس امر کی کہ قرآن خدا کی کتاب ہے کسی انسان کی تصنیف نہیں یہ ہے کہ اس میں قیامت تک کے واقعات اور خبریں بیسیوں نہیں سینکڑوں درج ہیں جو تیرہ سو برس سے آج تک پوری ہوتی چلی آئیں۔ اور آج سے قیامت تک پوری ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن اگر یہ کتاب کسی انسان کی تصنیف ہوتی تو اس میں غیب کے واقعات نہ ہوتے اور اگر ہوتے بھی تو وہ اپنے وقت پر پورے نہ ہوتے۔ اسی طرح قرآن مجید کی بے نظیر فصاحت اس کی بے مثال بلاغت اس کا نزول کے وقت عرب میں ایک غیر معمولی انقلاب برپا کر دینا۔ اس میں کسی صحیح علم کے خلاف کسی بات کا نہ ہونا، اس کی غیر معمولی حفاظت، اس کی شریعت کا کامل ہونا، اس کی تعلیم کا عالمگیر ہونا اور باوجود ہزاروں متخالف حالات وارد ہونے کے اس میں اختلاف نہ ہونا۔ غرض بے شمار دلائل اس کے الہامی ہونے اور انسانی تصنیف نہ ہونے پر دیئے جاسکتے ہیں جو دنیا کی کسی آسمانی کتاب کو نصیب نہیں۔

قرآن کریم کی ترتیب

اس وقت جو مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ اس پاک و برتر صحیفہ کی ترتیب ہے۔ خدا کے پاک و وجیہ منہ کی قسم کہ اس بے نظیر کتاب کے ہر مضمون میں ایسی ایسی دلربا اور عجیب و غریب مسحور کن اور موزوں و لطیف ترتیبیں نظر آتی ہیں کہ انہیں دیکھ کر انسان عش عش کر اُٹھتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب یقینا خدا ہی کے پاک اور مقدس منہ سے نکلی ہے۔ کیونکہ انسانی دماغ اس کے خیال سے، آدم زاد کا منہ اس کے بولنے سے اور بشر کا قلم اُسے معرض تحریر میں لانے سے سراسر قاصر ہے۔ قرآن مجید کی ترتیبوں پر جب غور کیا جائے تو ایک عجیب عالم نظر آتا ہے کہ کہیں تو اس کی ترتیب زمانہ کے لحاظ سے ہوتی ہے یعنی جو واقعہ پہلے ہوا ہے اس کا ذکر پہلے ہوتا ہے اور جو واقعہ بعد میں وقوع پذیر ہوتا ہے اس کا ذکر بعد میں کیا جاتا ہے۔ لیکن کبھی ترتیب یوں نہیں ہوتی بلکہ واقعات کی اہمیت کے لحاظ سے دی جاتی ہے۔ یعنی پہلے اہم پھر اس سے کم پھر اس سے کم۔ لیکن کبھی اس کے برعکس ادنیٰ سے اعلیٰ اور غیر اہم سے اہم کی طرف قدم اُٹھایا جاتا ہے۔ پھر کبھی محسوسات سے غیر محسوسات اور کبھی غیر محسوسات سے محسوسات کی طرف راہ اختیار کی جاتی ہے۔ یا کبھی زمین سے پہاڑ، پہاڑ سے بادل اور بادل سے آسمان تک یعنی انتہائی پستی سے انتہائی بلندی تک اور کبھی اس کے برعکس اوپر سے نیچے تک راہ دکھائی جاتی ہے۔ غرض ایسی ایسی دلرُبا ترتیبیں اس کتاب اقدس میں ہیں کہ پڑھ کر بے اختیار اسے چومنے کو دل چاہتا ہے۔ کیا خوب فرمایا قرآن مجید کے جواہرات کو پرکھنے والے ایک جوہری نے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

ایک مثال

اس مضمون میں بطور نمونہ قرآن مجید کی ایک ترتیب جو ازبس لطیف اور ازحد دلچسپ ہے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الضحیٰ میں فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی O وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی O وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی O فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ O وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ O وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ O (الضحیٰ:7-12)

کیا خدا نے تجھے بغیر سرپرست کے پا کر تجھے بہتر سے بہتر سرپرست عطا نہیں فرمائے؟ اور تجھے صحیح راستہ کا متلاشی پا کر ایک صحیح راستہ تجھے نہیں دکھایا؟ اور تجھے بے سروسامان پا کر ہم نے تجھے امیر کبیر اور سروسامان والا نہیں بنا دیا؟ پس جب یہ سب کچھ سچ ہے تو تیرے عہد میں یتیموں پر قہر نہ ہو۔ اور کسی سائل کو دھتکارا نہ جائے۔ اور جو انعامات تجھ پر خدا نے کئے ہیں ان کا خوب چرچا کر۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے آپ کی زندگی کے تین واقعات بیان کئے ہیں اور تینوں واقعات پر تین نصیحتیں حضور کو کی ہیں۔ اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ خدا کے کلام کے اس حصہ میں کونسی ترتیب پائی جاتی ہے؟ کیا اہم سے غیر اہم۔ اعلیٰ سے ادنیٰ یا ادنیٰ سے اعلیٰ اور غیر اہم سے اہم کا طریق اختیار کیا گیا ہے۔ یا روحانیات سے جسمانیات کی طرف یا جسمانیات سے روحانیات کی طرف قدم اُٹھایا گیا ہے۔ غرض ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اس کلام میں یہ ترتیب ہے۔

سو جاننا چاہئے کہ باقی قرآن کی طرح یہ حصہ بھی بے ترتیب نہیں بلکہ نہایت اعلیٰ اور دلکش ترتیب پر مشتمل ہے اور وہ زمانی ترتیب ہے یعنی واقعات اپنے وقوع کے زمانہ کے لحاظ سے ذکر کئے گئے ہیں جو واقعہ پہلے ہوا وہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور جو پیچھے ہوا وہ پیچھے بیان کیا گیا ہے اور اسی طرح تینوں نصیحتوں کی بھی یہی ترتیب ہے کہ پہلے وہ نصیحت کی گئی ہے جو پہلے واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری نصیحت دوسرے واقعہ سے اور تیسری نصیحت تیسرے واقعہ سے۔ پس کیا یہ کلام اور اس کی عجیب و غریب اور نہایت دلکش ترتیب دلالت نہیں کرتی کہ یہ کلام زمین کے ایک انسان کا نہیں بلکہ آسمان کے ذوالجلال والاکرام قادر مطلق بادشاہ کا ہے۔

اجمال کی تفصیل

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی زندگی کے تین

بڑے دور ہیں۔ اول پیدائش سے دعویٰ نبوت تک۔ دوم دعویٰ نبوت سے ہجرت تک۔ سوم ہجرت سے وفات تک۔ چنانچہ بڑے بڑے مؤرخ اپنی کتابوں میں تاریخی واقعات بیان کرتے وقت یہی موٹی تقسیم اختیار کرتے ہیں اور حضور کی زندگی کے تین دور تجویز کر کے ہر دور کے واقعات الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ پس حضور کی زندگی کے تین بڑے دور ہیں اور ان آیات میں انہی تین دوروں کو مدنظر رکھ کر ہر دور کے حالات خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں۔

رسول کریمؐ کی زندگی کا پہلا دور

پہلا دور پیدائش سے دعویٰ نبوت تک کا ہے۔ اس کے متعلق صرف ایک فقرہ میں سارا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا اور فرمایا۔ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی O (الضحیٰ:7) یعنی اے نبی! تو یقینا خدا کا مقبول بندہ ہے اور خدا کو منظور ہے کہ تو باوجود سرپرستوں کے نہ رہنے کے پھر دنیا میں موجود رہے کیونکہ ازل سے تیرے مقدر میں تھا کہ تو دنیا کا آخری اور کامل نبی ہو۔ تیرے بغیر دنیا میں ظلمت اور اندھیرا ہے۔ تو ہی ہے جس نے ساری دنیا کو روشن کرنا اور نجات دینا ہے اور ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ اگر تیری زندگی خدا کو پیاری نہ ہوتی اور تیرا باقی رکھنا خدا کو مقصود نہ ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ باوجود گوناگوں مصیبتوں کے خدا نے ہر چکر سے تجھے باہر نکالا اور ہر مصیبت سے تجھے مخلصی بخشی۔ اور تیری ہر مشکل کو اس نے دُور کیا۔ اس جگہ خدا نے یتیم کا لفظ استعمال کیا ہے اور یتیم اسے کہتے ہیں جس کا باپ اسے بچپن میں چھوڑ کر فوت ہو جائے اور باپ چونکہ سرپرست ہوتا ہے اس لئے حقیقت اس لفظ کے مفہوم کی یہ ہے کہ بچہ اپنے سرپرستوں سے محروم ہو جائے۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! تو کبھی ضائع نہ ہو گا۔ تیرے مخالف تجھے اور تیرے سلسلہ کو کبھی معدوم نہ کر سکیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت تیرے مشن کو فنا نہ کر سکے گی۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے اور اس دعویٰ کا ثبوت یہ ہے۔ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی O (الضحیٰ:7)

دادا کی سرپرستی میں

یعنی اگر تو ضائع ہونے والا وجود ہوتا تو تیری زندگی میں بیسیوں ایسے واقعات پیش آئے کہ تو ضائع ہونے لگا تھا۔ مگر ہم نے تجھے بچا لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تو ضائع ہونے کے لئے پیدا نہیں ہوا اور نہ معدوم ہونے کے لئے تو ظہور پذیر ہوا اور نہ تباہ و برباد ہونے کے لئے تیری ذات منصہ شہود پر آئی۔ کیونکہ ہم نے دعویٰ نبوت سے پہلے چالیس سالہ زندگی میں تجھے ہر ہلاکت سے بچایا۔ ہر مصیبت سے چھڑایا اور ہر مشکل کو دور کیا۔ مثلاً تو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو تیرا باپ دو ماہ قبل تجھے حمل ہی میں چھوڑ کر فوت ہو چکا تھا۔ مگر کیا تو یتیمی میں ضائع ہو گیا۔ نہیں بلکہ فَاٰوٰی ہم نے تیرے دادا عبد المطلب کو تیرا سرپرست بنایا اور سرپرست بھی ایسا کہ تو مکہ کے اس سب سے بڑے بارُعب رئیس کے ساتھ اس کی پُرہیبت مسند پر اس کے پہلو بہ پہلو بیٹھتا۔ مگر تیرے جوان چچوں کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ اپنے باپ کی مسند پر قدم بھی رکھ سکیں۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ۔

تاریخوں میں لکھا ہے کہ حضور کے پیدا ہوتے ہی عبد المطلب جو مکہ کا واحد مختار کل رئیس تھا۔ خود سیدہ آمنہ کے کمرہ میں جا کر اپنے نورانی پوتے کو اپنی گودی میں اٹھا کر سیدھا خانہ کعبہ میں لے گیا۔ وہاں خود اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور حضور کا نام محمدؐ تجویز کیا۔ پھر بڑے بڑے اکابر اور عمائد جمع ہوئے اور دادا نے اپنے پیارے پوتے کی مبارکبادیاں ان سے لیں۔ اور حضور کو آٹھ برس کی عمر تک براہ راست اپنی نگرانی میں لیا۔ حالانکہ عبد المطلب کے گیارہ جوان بیٹے موجود تھے مگر جو پیار و محبت اور قرب پوتے کو حاصل تھا۔ وہ حقیقی بیٹوں کے لئے بھی جائے رشک تھا۔ لکھا ہے کہ اگر کوئی ناواقف شخص حضور سے کہتا کہ آپ دادا کی مسند پر نہ بیٹھیں تو عبد المطلب اسے روک دیتے اور کہتے کہ اسے میرے پاس آنے سے مت روکو۔ پس کیسی آب و تاب سے یہ آیت حضور کی زندگی پر چسپاں ہوتی ہے کہ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی O یعنی ہم نے تجھے بغیر سرپرست کے پایا۔ مگر یہ حالت قائم نہ رہی بلکہ تجھے فوراً بہتر سے بہتر سرپرست عطا فرمایا۔

جاننا چاہئے کہ فَاٰوٰی کی ف عربی زبان کی رُو سے یہ معنی دیتی ہے کہ غیر سرپرستی کی حالت دیر تک نہ رہی بلکہ اِدھر غیر سرپرستی ہوئی اور اُدھر بہتر سے بہتر سرپرست دے دیا گیا۔ چنانچہ واقعات بھی یہی بتاتے ہیں کہ حضور ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو چونکہ باپ فوت ہو چکا تھا اس لئے حضور کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہ تھا۔ مگر اِدھر پیدائش ہوئی اُدھر دادا جیسا مالدار رئیس محبت کرنے والا سرپرست آیا اور گود میں اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گیا۔

چچا کی سرپرستی میں

پھر جب حضور کی عمر آٹھ برس کی ہوئی تو دادا کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور حضور پھر ایک دفعہ بغیر سرپرست کے رہ گئے۔ مگر یہ حالت بھی فوراً دور ہو گئی اور حضور کو آپ کا سب سے بڑا چچا جو عبد المطلب کے بعد مکہ کا رئیس چنا گیا تھا اپنے گھر لے گیا اور حضور کی وہ سرپرستی کی کہ ہم مسلمانوں کا رواں رواں قیامت تک اس کا شاگرد رہے گا۔ ابو طالب کو حضور سے ایسی محبت تھی کہ ابھی حضور 9 برس کے تھے کہ ابو طالب کو ملک شام کا سفر درپیش ہوا۔ ابو طالب نے اس سفر میں اپنے کسی بیٹے کو ہمراہ نہ لیا بلکہ صرف حضور کو اپنے ہمراہ لیا۔ چنانچہ حضور ہر سفر و حضر میں اپنے شفیق و مشفق چچا کے ساتھ رہے اور چچا کو اپنے بیٹوں سے وہ محبت نہ تھی جو اسے حضور سے تھی۔ اور ابو طالب کی یہ سرپرستی دعویٰ نبوت بلکہ اس کے بعد کئی سال تک جاری رہی۔

مالی سرپرستی

لیکن باوجود رئیس ہونے کے ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ اس لئے خدا نے حضور کی مالی سرپرستی کا بھی انتظام کر دیا اور وہ اس طرح کہ طیبہ طاہرہ مقدسہ خدیجہ جو ایک نہایت عقلمند اور نہایت مالدار بیوہ تھیں۔ انہوں نے پہلے تو حضور کو اپنی تجارت کے سلسلہ میں منسلک کیا۔ پھر حضور کی خوبیاں دیکھ کر حضور سے شادی کر لی۔ جبکہ وہ چالیس سالہ اور حضور پچیس سال کے تھے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسی مالی سرپرستی فرمائی کہ حضور معاش کی طرف سے بالکل فارغ و سبکدوش ہو گئے اور سیدہ خدیجہ نے اپنی زندگی بھر یعنی دعویٰ نبوت کے آٹھ سال بعد تک حضور پر اپنا بے شمار مال خرچ کر کے کبھی حضور کو گزارہ کی طرف سے متفکر نہ ہونے دیا۔ پس اس نہایت مالدار خاتون نے 23 سال تک حضور کی وہ مالی سرپرستی کی کہ ہم مسلمانوں کی ہڈیاں بھی قبر میں اس کی شکر گزار ہوں گی۔ غرض پیدائش سے دعویٰ نبوت تک یعنی چالیس سال کے لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ نے سرپرستی فرمائی۔ اور جب کوئی سرپرست غائب ہوا فوراً بلا توقف ایک دوسرا سرپرست بلکہ پہلے سے بہتر سرپرست حضور کو عطا فرمایا۔ کیوں نہ ہو جبکہ وہ خود فرماتا ہے۔ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی O یعنی جب کبھی تو بغیر سرپرست کے ہوا ہم نے فوراً بلا توقف تجھے بہتر سے بہتر سرپرست عنایت فرمایا۔

(روزنامہ الفضل 2 اکتوبر 1941)

☆...☆...☆

آج کی دعا

”رَبِّ أَعِنِّي وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي وَيَسِّرْ هُدَايَ إِلَيَّ، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي لَكَ شَاكِرًا لَكَ، ذَاكِرًا لَكَ، رَاهِبًا لَكَ، مِطْوَاعًا إِلَيْكَ مُخْبِتًا أَوْ مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ قَلْبِي“

(سنن ابو داود)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اے میرے رب! میری مدد کر، میرے خلاف کسی کی مدد نہ کر، میری تائید کر، میرے خلاف کسی کی تائید نہ کر، میرے حق میں تدبیر فرما، میرے خلاف تدبیر نہ کر۔ میری رہنمائی فرما اور ہدایت کو میرے لیے آسان فرما دے۔ اور اس شخص کے مقابلے میں جو مجھ پر ظلم کرے میری مدد کر۔ اے اللہ! مجھے تو اپنا شکر گزار، اپنا ذکر کرنے والا اور اپنے سے ڈرنے والا بنا، اپنا اطاعت گزار، اپنی طرف گڑگڑانے والا بنا، نرم دل اور جھکنے والا بنا۔ اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول کر، میرے گناہ دھو دے، میری دعا قبول فرما، میری دلیل کو مستحکم کر، میرے دل کو سیدھی راہ دکھا، میری زبان کو مضبوط کر اور میرے دل سے بغض نکال دے۔

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایمان میں مضبوطی کی وسیع دعا ہے۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احبابِ جماعت کو جلسہ سالانہ برطانیہ 5 اگست 2018 کے موقع پر اس دعا کو پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

مرسلہ: مترجم: وقار احمد بھٹی

تعارف سورۃ الاحزاب (33ویں سورۃ)

(مدنی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 74 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003ء

وقت نزول اور سیاق و سباق

یہ سورۃ مدینہ میں ہجرت کے پانچویں سال سے لے کر ساتویں سال کے دوران نازل ہوئی۔ اور ممکنہ طور پر آٹھویں اور نویں سال تک مکمل ہوئی۔ اس معین وقت کی دلیل کے لیے اس سورۃ میں تسلی بخش شواہد موجود ہیں۔ سابقہ چند سورتوں میں یہ پیشگوئی بار بار اور پر زور طریق پر کی گئی تھی کہ اسلام ترقی کرتا چلا جائے گا اور مضبوط ہو جائے گا یہاں تک کہ پورا عرب اس پیغام کو قبول کر لے گا اور بت پرستی اس سرزمین سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائے گی۔ سابقہ سورۃ السجدۃ میں بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کو جملہ مادی سہولتیں اور دنیاوی شان و شوکت بھی میسر آئیں گی۔

اس سورت کے اختتام پر کفار کا یہ طنز بھی درج ہے کہ آخر یہ پیشگوئی جو اسلام کی فتح اور کثرت سے پھیلنے کی بابت ہے کب پوری ہو گی؟ اس کا بھرپور جواب موجودہ سورۃ میں دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی نشاۃ اور ترقی کی پیشگوئی تو پہلے ہی پوری ہو چکی ہے اور اسلام ایک مضبوط طاقت بن چکا ہے۔

مضامین کا خلاصہ

اسلام کے سیاسی طاقت اور شان و شوکت کے طور پر ابھرنے کے بعد اور ایک ریاست کی شکل اختیار کرنے کے بعد شرعی احکام مسلمانوں کی سیاسی اور معاشرتی رہنمائی کے لیے تیزی سے نازل ہوئے۔ موجودہ سورت ایسے کئی احکام پر مشتمل ہے۔ اس سورت کے ابتدا میں ہی عربوں کے دیرینہ رواج جو منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا بنانے کا رواج تھا، اس کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ پھر اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے درمیان بہت گہرے اور حقیقی روحانی تعلق کا ذکر کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور ایک روحانی باپ کے مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ انہیں عزیز ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج ان کی مائیں ہیں۔

بعد ازاں اس سورۃ میں غزوہ خندق کے تفصیلی حالات سے آگاہی دی گئی ہے جو مسلمانوں کے خلاف اس وقت تک ہونے والی سب سے خطرناک جنگ تھی۔ پورا عرب وجود واحد کی طرح اسلام کے خلاف محاذ آرائی کے لئے مجتمع تھا اور اسلحہ سے لیس فوج جس کی تعداد دس ہزار سے بیس ہزار تھی، مدینہ پر چڑھائی کے لیے بڑھ رہی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ سو بتائی جاتی ہے اگر چہ چند مؤرخین کے نزدیک عورتیں اور بچے شامل کر کے مسلمانوں کی کل تعداد تین ہزار تھی۔ یہ مقابلہ بظاہر بے جوڑ تھا۔ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مگر خدا نے اپنے فرشتوں سے تائید فرمائی اور اس مضبوط دشمن کو پسپا کر دیا۔

اگلی چند آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مذہبی جماعت میں مخلص اور بے لوث خدمت گزاروں کی کوئی کمی نہیں ہوتی اگرچہ ان کی صفوں میں چند منافق اور ایمانی کمزوری والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ یہ منافقین بالجہر اپنے مومن ہونے کا اقرار کرتے ہیں لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں مدینہ پر ایک بڑی طاقت کا حملہ ہوا تو وہ حقیر بہانوں کے ساتھ مسلمانوں کی صفوں سے نکل کر الگ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے عہدوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ بنو قریظہ نے عہد شکنی میں پہل کی جب کہ مسلمان مصائب میں گھرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے حملہ آور چڑھائی کر رہے تھے اور اسلام کا وجود معرض خطر میں تھا۔ حملہ آوروں کی سرکوبی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان (بنو قریظہ) کی جانب بڑھے اور انہیں ان کے کئے کی سزا ملی۔

غزوہ خندق کے نتیجہ کے طور پر بنو قریظہ کو جلاوطن کر دیا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ کثیر مقدار میں مال غنیمت لگا۔ ایک مظلوم اور مالی لحاظ سے نہایت کمزور اقلیت، اس معرکہ کے بعد ایک فراخی والی اور مضبوط سلطنت بن چکی تھی۔ دنیاوی مال و متاع کے حصول سے مادہ پرستی اور آرام و آسائش کی خواہشات پنپنے لگیں اور قربانی اور خدمت کی روح کو گزند پہنچا۔ یہ وہ مقام ہے جس کا ایک مصلح کو خاص طور پر خیال رکھنا ہوتا ہے۔ آرام اور راحت کا خیال سب سے پہلے گھریلو معاملات کو اثر انداز کرتا ہے اور اہل بیت ہونے کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج اور دیگر اہل خانہ کو بے نفس ہو کر ایک اعلیٰ مثال قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس میں دنیاوی مال و متاع سے بیزاری کا اظہار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو آرام اور سکون والی زندگی اور سادہ زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باعث سعادت صحبت کے درمیان انتخاب کا کہا گیا ہے جس پر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک صحبت کو منتخب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ میں دوسروں کے لیے نمونہ بنیں۔ جیسا کہ مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے خدا کے پیغمبر کی بیویوں کے مقام کے شایان شان ہے اور مسلمانوں کو ان کے دین کی تعلیمات سکھائیں۔

پھر اس سورۃ میں حضرت زینب اور حضرت زید کی شادی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس شادی کی ناکامی (طلاق) اور حضرت زینب کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے دو مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ پہلے تو حضرت زینب کا جو آپ کی کزن تھی اور عرب کی حمیت اور حسب نسب اور معاشرے میں اعلیٰ مقام پر فخر کرتی تھی۔ ان کی شادی ایک آزاد کردہ غلام سے کروائی جس کا مقصد آپ ﷺ کا معاشرے سے تمام حسب نسب کی برتری کا احساس ختم کرنا تھا جو عرب معاشرے کا حصہ تھیں جیسا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق سب انسان یکساں اور آزاد ہیں۔

پھر اس سورۃ میں اس ممکنہ گمراہی کا بھی رد کیا گیا ہے جو منہ بولے بیٹوں کے حوالے سے جنم لے سکتی تھی کہ حقیقی بیٹوں کی غیر موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرینہ اولاد کے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور یہ کہ آپ کی جماعت (نعوذ باللہ) ایک وارث کی تلاش میں ہی ختم ہو جائے گی۔ اس کے جواب میں اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ یہ خدا کا منصوبہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیٹا نہ ہو مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ لاولد رہیں گے بلکہ آپ روحانی باپ ہونے کی وجہ سے پوری انسانیت کے باپ کے درجہ پر ہیں۔

اس بات کی دلیل کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی جماعت قائم کریں گے جو نیک اور ایمانداروں کی ہو گی۔ آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں اور یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان سے شادی ایک بڑا گناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اپنی موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق نہ دیں اور نہ ہی مزید شادی کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کو حکم دیا گیا ہے کہ خاص طور پر امہات المومنین کا خطاب ملنے کے بعد اب انہیں اپنے مرتبہ اور مقام کے مطابق، جب وہ گھر سے باہر نکل رہی ہوں، لباس میں خاص اصولوں کو اپنانا ہو گا۔ یہ احکامات عمومی طور پر سب مسلمان عورتوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں۔

اپنے اختتام پر یہ سورت بتاتی ہے کہ انسان کو اشرف الخلوق ہونے کے ناطے اپنے اعلیٰ مقام کو سمجھنا چاہیے۔ انسان کو غیر معمولی طاقتیں اور صلاحیتیں دی گئی ہیں جو دوسری مخلوق کو میسر نہیں۔ اس لیے ان شرعی احکامات پر عمل پیرا ہو کر وہ الٰہی صفات میں رنگین ہو سکتا ہے۔

مرسلہ: صفیہ بشیر سامیؔ۔ لندن ۔ بشیر الدین احمد سامیؔ (مرحوم)

میری والدہ مکرمہ حاکم بی بی صاحبہ کا ذکرِ خیر

یہ مضمون میرے شوہر محترم بشیر الدین احمد سامیؔ صاحب مرحوم نے اپنی والدہ صاحبہ کے لئے لکھا ہوا ہے جو اُن کی فائل میں تھا۔ یہ اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے میں اُس کو ویسے ہی لکھ رہی ہوں جیسا کہ اُنہوں نے لکھا ہے۔ میرا خیال ہے یہ مضمون کم از کم چوبیں یا پچیس سال تو پُرانا ہو گا۔ صفیہ بشیر سامیؔ

1914ء میں جب محترمہ اماں جی مرحومہ حاکم بی بی صاحبہ شادی کے بعد قادیان آئیں تو وہ احمدی نہیں تھیں۔ انہوں نے نہ تو قرآن کریم پڑھا ہوا تھا اور نہ ہی اردو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ لیکن جیسے ہی قادیان آئیں تو محترمہ بیگم جی صاحبہ کی تربیت میں انہوں نے قرآن کریم ناظرہ، اردو، اور دیگر دین کی باتیں سیکھ لیں۔ اوّل اوّل مکرم صلاح الدین صاحب ایم اے کے مکان میں ٹھہریں، اڑوس پڑوس ماحول، اخوت اور محبت کا ایک مثالی ماحول تھا۔ قرب وجوار میں مولوی غلام نبی صاحب، مکرم فضل محمد صاحب ہرسیاں والے م، ولوی بقاپوری صاحب، مکرم عبد الرحمٰن صاحب مہر سنگھ، مکرم عبید اللہ صاحب بسمل صاحب، مکرم فضل الرحمٰن صاحب حکیم اور مکرم ابو العطا جالندھری صاحب جیسے بزرگ گھرانے آباد تھے۔

1922ء میں جب سیّدنا امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اباجی مرحوم سردار مصباح الدین صاحب کو انگلستان کے مشن میں خدمت کے لئے بھجوایا تو مکرم باباجی فضل محمد ہرسیاں والے از خود اماں جی اور اُن کی بیٹی فاطمہ (مرحومہ) کا خاص خیال رکھتے اور اپنی بچیوں محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اور محترمہ سردار بیگم صاحبہ کو اُنکی دیکھ بھال کے لئے مقرر کر دیا۔ تا کہ اُن کی بیٹی فاطمہ کے ساتھ جا کر کھیلا کریں۔ اماں جی کے بطن سے جب چوتھا بیٹا پیدا ہوا تھا اُس وقت محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اور محترمہ سردار بیگم صاحبہ بڑی ہو چکی تھیں جب اُن کو اماں جی کے بیٹے کی خبر ملی تو تحفہ تحائف کے ساتھ وہ اُس نوزائیدہ بچے کو دیکھنے گئیں۔ لیکن کیا وہ جان سکتی تھیں کہ قدرت کو آگے جا کر کیا منظور ہو گا؟

1936ء کے قریب اگرچہ اماں جی اپنے نئے مکان میں چلی گئیں تھیں جو اُنہوں نے باویاں دا باغ کے سامنے بنوایا تھا لیکن محبتیں اور تعلق بدستور قائم رہے۔

گرمیوں کی ایک کڑکتی دوپہر

ایک دن باویاں دے باغ کے ایک پیڑ کے سائے تلے سخت گرمی میں اور تپش سے بچنے کے لیے ایک خاتون بیٹھی تھی جس کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اور گرمی کی شدّت اور تپش کی وجہ سے بالکل بے ہوش پڑا تھا۔ وہ خاتون زارو قطار رو رہی تھی۔ اتفاق سے میں بھی اُسی جگہ کھیل رہا تھا۔ اور جب میں نے یہ ماجرہ دیکھا تو بھاگ کر اماں جی مرحومہ کو بتایا۔ اماں جی بھاگم بھاگ میرے ساتھ آئیں اور اُس خاتون کو جا کر تھاما اور دلاسا دیا۔ بچے کو اپنی گود میں لیا اور فوراً اپنے گھر لے آئیں۔ اُنہیں ٹھنڈک پہنچائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ اماں جی نے ہمیں ریتی چھلہ کی طرف دوڑایا کہ اس بچے کے والد مکرم خواجہ ناصر احمد صاحب کو بلا کر لائیں۔ وہ اُن دنوں وہاں فروٹ کا کاروبار کرتے تھے۔

اللہ کی تقدیر

سالوں پر پھیلے ہوئے بظاہر دو عام سے واقعات تھے۔ لیکن قدرت کی شان دیکھیں کہ وہی لڑکی جو اماں جی کے نوزائیدہ بچے کو دیکھنے کیلئے تحفوں کے ساتھ گئی تھی بالآخر اُسی بچے کی ساس بنیں (مکرمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ محمد حسن صاحب آف لندن) اور وہ شیر خوار بچہ جو ’’باویاں دے باغ‘‘ میں اپنی ماں کی گود میں بے ہوش پڑا تھا۔ جس کو اماں جی نے گود میں لیا اور ٹھنڈک پہنچائی وہ بچہ مکرم خواجہ منیر احمد صاحب ربوہ ہیں۔ اور وہ اُسی بچے کے سدھی بنے جس نے اُنہیں بچپن میں اپنی ماں کی گود میں بے ہوش پایا تھا۔ جبکہ عزیزم منیر احمد شہزاد کے ساتھ اُنکی بیٹی عزیزہ شازیہ بیاہی گئی اور اب ماشاء اللہ اُسکی گود میں اماں جی کا پڑپوتا عزیزم شہزیب احمد کھیل رہا ہے۔ (انشاء اللہ اب اس بچے عزیزم شہزیب احمد کی بھی عنقریب شادی ہونے والی ہے) اللہ تعالیٰ انہیں خادم دین بنائے اور صحت سلامتی سے رکھے۔ آمین

تیمار داری

تقسیم ہند و پاکستان سے پہلے تپ دق ایک ایسا مہلک مرض تھا کہ جس گھر میں آجاتا تھا وہ کنبے کا کنبہ ہلاکت کی لپیٹ میں آجاتا تھا۔ ایک موقعہ پر ہمارے گھر کے سامنے باغ میں کسی دیہات سے ایک دِق کا مریض آگیا۔ اس کے لواحقین اُسے بے یارو مددگار چھوڑ کر چلے گئے۔ مریض چلنے پھرنے سے قاصر تھا۔ مرض انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کوئی بھی شخص ایسی حالت میں مریض کے پاس کھانا پانی تک لے جانے سے گھبراتا تھا۔ اماں جی مرحومہ کو جب علم ہوا کہ اُن کے پڑوس میں ایک بے بس انسان انتہائی مہلک مرض میں مبتلاء بے یارو مددگار پڑا ہے۔ تو فوراً اماں جی مرحومہ نے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُس اجنبی مریض کی تیمار داری کے لئے مستعد ہو گئیں اُس کی باقاعدہ خبر گیری کی۔ کھانا پہنچایا، پانی کا انتظام کیا۔ اور دعائیں بھی کیں کہ اللہ تو اُس پر رحم نازل فرما۔ بالآخر وہ مریض چل بسا۔

باویوں دا باغ

ہمارے گھر کے سامنے سے آنے جانے والے دیہاتیوں کا اکثر گزر رہتا تھا۔ چونکہ بہت بڑا آموں کا باغ تھا۔ گرمی کی وجہ سے یہ رہگیر اس باغ میں ستانے کے لئے رُکتے یہاں تک کہ دن ڈھل جاتا۔ لیکن پانی کا کنواں اس باغ کے ورلے کنارے پر تھا۔ اسلئے باغ میں رُکنے والے رہگیروں کے لئے تازہ پانی حاصل کرنے کے لئے ہمارا گھر ہی سامنے تھا۔ پانی کا نل دن بھر چلتا رہتا، اُس کے علاوہ ہم بچوں کی ڈیوٹی لگاتیں کہ باغ کے بڑے پیڑ کے نیچے ہر وقت بڑے بڑے مٹکے پانی کے بھر کر رکھیں۔

تقسیم ہند کا ایک واقعہ

تقسیم ہند کے موقعہ پر قادیان کے گِردو نواح کے تمام دیہات مسلمانوں سے خالی ہو رہے تھے۔ میں اپنے گھر کے سامنے باغ کے سب سے بوڑھے پیڑ کے نیچے کھڑا تھا کہ دیکھا کہ ہرچوال کی سڑک جو ہمارے گھر کے سامنے سے ریتی چھلہ کو جاتی ہے، حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کی کوٹھی کی جانب سے ایک بہت بڑا قافلہ نمودار ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس قافلہ نے ’’باویاں دے باغ‘‘ میں اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ سب بھانبھڑی گاؤں کے پناہ گزین تھے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب شامل تھے۔ سازو سامان سے لدے پدے گڈے، گائے، بھینسیں، ڈنگر وغیرہ۔ اس سارے ماحول نے اس بوڑھے باغ کو دیکھتے ہی دیکھتے آباد کر دیا۔ دن ڈھل گیا اور رات ہو گئی۔ باغ میں الاؤ جلنے لگے۔ جس باغ میں رات کو سناٹا رہا کرتا تھا آج کی رات وہ لالٹینوں اور روشنیوں کا شہر بن چکا تھا۔

آدھی رات گزری ہو گی کہ موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ ہم ابھی سوئے ہی تھے کہ دروازے کھٹکنے لگے۔ اماں جی مرحومہ نے عورتوں اور بچوں کو گھر کے اندر پناہ دے دی اور مرد باغ میں اپنے گڈوں پر بوریاں تان کر رات بسر کرنے لگے۔ لیکن بارش تھی جو تھمنے کا نام نہ لے رہی تھی بارشوں کا یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا۔

بارش کے اس سماں میں اماں جی مرحومہ نے گھر کے تمام بستر، چارپائیاں، غرضیکہ ہر چیز اپنے اِن مہمانوں کے سامنے پیش کر دیں۔ گھر کا کوئی کمرہ اپنے بچوں کے علیحدہ نہیں رکھا۔ یوں لگتا تھا کہ بھانبھڑی کا بھانبھڑی ہمارے گھر کا کنبہ ہے۔ چولہے جلا دیئے گئے۔ اماں جی مرحومہ کہیں بچوں کے لئے دودھ گرم کر رہی ہیں، کہیں چائے بنا رہی ہیں۔ روٹیاں ہیں کہ مسلسل پکتی چلی جا رہی ہیں۔ سٹور میں سردیوں کے لئے جمع شدہ ایندھن موجود تھا۔ گاؤں کی عورتیں باہمت تھیں۔ شیر خوار بچے گود میں تھے بارش سے خود گیلی ہوئی پڑی تھیں مگر ہر کام مستعدی سے کر رہی تھیں۔ زیورات سے بھری تھیلیاں اُن سے سنبھالی نہ جاتی تھیں۔ بلا تکلف انہوں نے یہ تھیلیاں اماں جی مرحومہ کے پاس امانتاً ڈھیر کر دیں۔ تقریباً ایک ہفتہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مجھے یاد نہیں کب رات ہوتی اور کب دن چڑھتا تھا۔ اتنے بڑے میلے میں دن رات کا کوئی تصور ہی باقی نہ تھا۔ اُدھر بارش کا زور اس قدر زیادہ تھا کہ زیادہ عرصہ پورے گاؤں کو چند گھروں میں سمیٹنا مشکل ہو رہا تھا۔ چولہے چوبیں گھنٹے جلنے کے باوجود ضرورت پوری نہیں کر رہے تھے۔ بالآخر جانے کس طرح تختوں کی بنی ہوئی کشتیوں پر تیرتے ہوئے خدام لنگر خانہ سے روٹیاں لائے جب وہ تقسیم ہو رہی تھیں کوئی چھینا جھپٹی نہ تھی۔

بھانبڑی کے لوگ اپنے چودھریوں کے مشورہ پر چلتے تھے۔ ہر جگہ اپنے وفد کو آگے کرتے۔ اُن میں کوئی بھگدڑ نہ تھی۔ ایک منظم قافلہ تھا۔ ہم اُن کے اُس وفد کو لیکر صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر گئے عاجز بھی ساتھ گیا۔ وہاں سیّد ولی اللہ شاہ صاحب سے ملایا۔ اُن کے سامنے اس وفد نے اپنی ضروریات کو پیش کیا سیّد ولی اللہ شاہ صاحب نے انہیں تسلی دی ہمدردی سے سمجھایا کہ تحریک جدید انجمن احمدیہ ہوسٹل میں چلے جائیں۔ وہاں رہائشی کمرے بھی ہیں۔ اور کھلی جگہ بھی ہے بارش سے کافی حد تک بچاؤ رہیگا۔ لیکن انکا اصرار تھا کہ اُنہیں اُسی جگہ رہنے دیا جائے۔ اور دیگر ضروریات بھی اِس جگہ ہی پوری کی جائیں۔ چونکہ سہولت کے تقاضے یہی تھے اس لئے وہ بورڈنگ ہاؤس تحریک جدید میں منتقل ہو گئے۔ اُس کے بعد قادیان کے محلوں میں فساد انتہا کو پہنچ گئے۔ محلے خالی ہو کر سمٹنے لگے۔ اُس افراتفری کو دیکھ کر بھانبڑی کے سربراہوں نے پیدل قافلہ کی صورت میں پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ہر چند جماعت نے منع کیا کہ پیدل قافلہ اس وقت خطرہ سے خالی نہیں لیکن وہ روانہ ہو گئے۔ شام تک یہ اطلاع مل گئی کہ اُس قافلہ پر رستہ میں حملہ ہوا۔ جانے کس قدر نقصان ہوا اور نجانے وہ کس حال میں پاکستان پہنچے۔

قرآن کریم کی برکتیں

ہجرت کے بعد اماں جی مرحومہ نے پاکستان میں چنیوٹ محلہ گڑھا کو اپنا مسکن بنایا۔ اِس گھٹی اور الجھی الجھی آبادی میں زیادہ تر جالندھر اور پانی پت کے مہاجر آکر آباد ہوئے۔ اس نئے ماحول میں بہت جلد اماں جی مرحومہ نے اپنی جگہ بنالی اور دیکھتے دیکھتے محلہ کی عورتیں بچے اور بچیاں اُن کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے آنے لگیں یہاں تک کہ گھر سے ہر وقت تلاوت قرآن کریم کی آوازیں آنی شروع ہو گئیں۔ قرآن کریم پڑھانے کی یہ سعادت ہی تھی کہ محلہ گڑھا کے ہر کنبہ میں اماں جی مرحومہ کو عزت اور احترام حاصل ہو گیا۔ صبح سے لے کر دن ڈھلے تک کوئی وقت بھی ایسا نہ تھا جب اڑوس پڑوس کی عورتیں اور بچے قرآن کریم کا سبق پڑھنے کے لئے حاضر نہ ہوں۔ اُن کی یہ شہرت جب شہر میں پھیلی تو ہر دکاندار اُن کی خدمت کے لئے مستعد نظر آتا۔ یوں وہ اب اس ماحول میں ”بے بے جی“ کے نام سے پہچانی جانے لگیں اور آج بھی اس گھر کو وہی عزت اور احترام حاصل ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اماں جی مرحومہ کی خدمت قرآن کریم کی وجہ سے ہے۔ جب 1953ء میں فسادات کی لہر دوڑی اور چنیوٹ سے احمدیوں کو ربوہ جانا پڑا اس افراتفری میں مکان کو کھلا چھوڑنا پڑا۔ لیکن جب حالات سازگار ہوئے اور واپس اپنے گھروں میں آئے تو اڑوس پڑوس کا یہ اخلاص تھا کہ انہوں نے اس گھر کے تقدس کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان نہ ہونے دیا۔ دراصل پاکستان کے یہی مخلص عوام ہیں جو پاکستان کی سالمیت کے لئے ایک تعویذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو عقائد کے اختلافات کے باوجود باہم ہمدردی، محبت اور بھائی چارہ کی قدر کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

ایک اور ایمان افروز واقعہ

ہمارے پڑوس میں ماسی کیموں کا کنبہ آباد تھا۔ اُن کے ہاں لڑکا جب بھی پیدا ہوتا تو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جاتا۔ ایک موقعہ پر اُنہوں نے اماں جی سے کہا ”بے بے جی“ اب جو بچہ پیدا ہو گا وہ میں آپ کے نام کر دوں گی تا کہ اللہ تعالیٰ اُسے زندگی عطا کرے۔ چنانچہ جب اُن کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اُسے ”بے بے جی“ کی گود میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا وہ لڑکا جس کا نام ”مہند“ تھا۔ پلا بڑھا، پھولا، جوان ہوا، شادی ہوئی، اُس کے ہاں صحت مند بچے پیدا ہوئے۔ پھر ”بے بے جی“ کی وفات کے بعد اُس کے لواحقین نے میرے بڑے بھائی سردار عبدالقادر اور اُن کی اہلیہ سعیدہ بیگم سے باقاعدہ درخواست کر کے اپنے اس بچے کو واپس لیا۔ یوں یہ بچہ اپنے اصل کنبہ میں واپس لوٹ گیا۔ آج بھی جب میں چنیوٹ جاتا ہوں تو وہ لڑکا بھاگ کر گلے لگ جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کوئی خدمت بجالا سکے۔ اور کچھ نہیں تو سامان ہی اُٹھا کر ساتھ چل پڑتا ہے۔ اللہ اُسے صحت والی زندگی دے اور جزائے خیر دے۔

مہمان نوازی کا ایک اور مختصر واقعہ

ربوہ سے اکثر ہمارے احمدی بھائی بہن خریداری کے لئے چنیوٹ بازار آتے تھے جو اماں جی مرحومہ اور اباجی مرحوم کے تقریباً سب ہی قادیان سے واقف ہوتے اور بہن بھائیوں کی طرح رشتہ رکھتے تھے۔ اباجی مرحوم بازار میں جس جاننے والے کو دیکھتے مہمان نوازی کے لئے گھر لے آتے۔ اُس زمانے میں ہمارے گھر میں تنگ دستی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا ابا جی مرحوم کچھ مہمانوں کو گھر لے آئے اماں جی پریشان ہو گئیں کہ جلانے کے لئے ایندھن نہیں تو چائے کیسے بناؤں۔ جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو جس چوکی پر بیٹھی ہوئی تھیں اُسی کو توڑ کر آگ جلائی اور چائے بنا کر مہمانوں کی خدمت میں کو پیش کر دی۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ یہ آج چائے کیسے بنی ہے۔

حرف آخر

اللہ تعالیٰ میرے مرحوم والدین کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین ثم آمین

بقیہ: حضرت ملک محمد الطاف خان صاحب رضی اللہ عنہ ترناب ضلع چارسدہ ...... از صفحہ 8

”نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ ملک الطاف خان صاحب افغان مہاجر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور بہت مخلص احمدی تھے، چند دن بعارضہ نمونیہ بیمار رہنے کے بعد بعمر 54 سال 15,16 جنوری کی درمیانی شب انتقال کر گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ پڑھایا اور میت کو کندھا دیا۔ مرحوم مقبرہ بہشتی میں دفن کیے گئے۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔“

(الفضل 20 جنوری 1935ء صفحہ 1 کالم 1)

آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام بی بی شہابت بنت سید عبدالباقی تھا، انھوں نے 1909ء میں بیعت کی، وصیت نمبر 3922 تھا۔ (الفضل 17 جولائی 1933ء) آپ کی اولاد میں ایک بیٹی اہلیہ مکرم ہدایت اللہ خان صاحب ولد مکرم سرور خان صاحب آف ترنگزئی (تاریخ احمدیت صوبہ سرحد صفحہ 309) اور ایک بیٹے محمد عباس خان صاحب ولد مکرم محمد الطاف خان صاحب آف ترناب (وصیت 6352) وفات 24 اپریل 1982ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) کا علم ہوا ہے۔ ایک بیٹی محترمہ عائشہ صاحبہ کی ایمانداری کا ذکر اخبار الفضل 9/ جولائی 1939ء صفحہ 2 پر ملتا ہے۔

اہل قلم حضرات و خواتین مضامین لکھیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔ اس میں یہی سرّ ہے کہ زمانہ جنگ و جدل کا نہیں ہے بلکہ قلم کا زمانہ ہے“۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 151 زیر عنوان اس زمانہ کا ہتھیار قلم ہے)

اس ارشاد کی تعمیل میں قارئین الفضل سے مضامین، آرٹیکلز لکھنے نیز شعراء سے منظوم کلام بھیجنے کی درخواست ہے۔ یہ موقر اخبار آپ کا اپنا اخبار ہے۔ اس میں تربیتی، تعلیمی، اخلاقی، سائنسی، تاریخی، ادبی اور مختلف علوم وفنون پر مضامین لکھ کر درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں۔ خواتین کھانا پکانے کی تراکیب اور آرٹ پر مضامین بھجوا سکتی ہیں۔ ہومیوپیتھی، یونانی طب کے حوالہ سے بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ دنیا بھر کے خوبصورت مقامات کی سیر بھی کروائی جاسکتی ہے۔ ادارہ آپ کا بے حد ممنون ہو گا۔

(تمام مضامین ٹائپ شدہ اور ورڈ فارمیٹ میں ہوں)۔

info@alfazlonline.org

(ادارہ)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

حضرت ملک محمد الطاف خان صاحب رضی اللہ عنہ ترناب ضلع چارسدہ

حضرت ملک محمد الطاف خان صاحب رضی اللہ عنہ ولد مکرم خواص خان نمبر دار قوم افغان محمد زئی ترناب ضلع چارسدہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے مارچ 1908ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی توفیق پائی۔ (الفضل 3 اگست 1928ء صفحہ 10 کالم 1) آپ نیک فطرت، خدا رسیدہ، صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ قبول احمدیت پر اپنے علاقہ میں شدید مخالفت کا سامنا کیا پھر بھی ایمان پر مضبوطی سے قائم رہے۔ آخری عمر میں ہجرت کر کے قادیان آگئے تھے اور محلہ دارالفضل میں رہائش رکھی۔ آپ کے حالات اور رؤیا و کشوف مفصل طور پر محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے اخبار الحکم میں شائع کرائے تھے جس میں آپ کا اپنا بیان کردہ قبول احمدیت کا پس منظر یوں ہے:

"عاجز بندہ قوم بنی اسرائیل کے خاندان افغان میں سے موضع ترناب تحصیل چارسدہ علاقہ ہشت نگر ضلع پشاور صوبہ سرحد کا ہے۔ میری والدہ ایک نہایت پارسا اور متقی عورت، پابند صوم و صلوٰۃ و تہجد، خان قوم درانی افغان سے تھیں اور والد قوم محمد زئی کے سرداران قوم میں سے بفضل خدا ایک نیک اور سخی آدمی تھے۔ میرے دادا صاحب کی وفات کے بعد والد ایک معقول جائیداد کے مالک اور جانشین ہوئے۔ مگر ان کی اکثر عمر قومی مقابلوں میں صرف ہوئی اور ساری جائیداد جو لاکھوں روپے کی قیمت کی تھی، ان کی روز مرہ کی حفاظت اور جان و مال اور مقابلوں میں صَرف ہوئی۔ وہ گاہے بگاہے حصہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ سے خدا کے نام بھی وقتاً فوقتاً دیتے رہے، جواب سیدوں اور طبقہ علماء و فقراء کے پاس بطور معافی درج کاغذات سرکار رہے۔ وہ سال 1898ء میں شہید ہوئے اور ہم دشمنوں کے نرغے میں آئے۔ میرے والدین کو ابتداء ہی سے دینی علم کا شوق تھا۔ لہٰذا انہوں نے ہم تینوں بھائیوں کو پڑھنے پر لگایا۔ قرآن مجید اور فقہ و احادیث میں نے مساجد میں پڑھیں اور مدرسہ کی ابتدائی تعلیم میں نے میر اکبر نام مدرس سے حاصل کی جو اپنے کمال تقوی کی وجہ سے احمدی ہوئے اور مردان میں اول درجہ کے عرائض نویس تھے۔ ان کے دوران بیعت میں بندہ نورمل پاس کر کے علاقہ خود پرائمری مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر ہوا اور انہوں نے اخبار بدر مفت میرے نام سے جاری کیا۔ گویا سال 1902ء میں استاد صاحب موصوف نے احمدیت کی طرف میری توجہ مبذول فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ جب کبھی مردان یا گردو نواح میں میاں محمد یوسف صاحب امیر جماعت مردان کا مباحثہ غیر احمدی علماء سے ہوتا تھا، استاد المکرم ان جلسوں میں اس عاجز کو برائے شمولیت بلایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی معین الدین صاحب والد مولوی چراغ دین صاحب مولوی فاضل حال مبلغ صوبہ سرحد کے احمدیت قبول کرنے پر شور پڑا اور احمدیوں کی طرف سے غالباً پندرہ مارچ 1908ء کو بمقام کوٹ جھونگڑہ غیر احمدی علماء کے ساتھ مباحثہ قرار پایا اور میں بھی اس جلسہ کے لئے حسب تحریک استاذالمکرم میاں میر اکبر صاحب حاضر ہوا۔ مولوی صاحبان مباحثہ سے فرار ہوئے اور ہم رات کو مردان واپس آئے۔ میں نے استاذالمکرم میاں میر اکبر صاحب سے پوچھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو اب میں سچا مانتا ہوں مگر اطمینان قلب کے لئے کوئی نسخہ ہے؟ انہوں نے مجھے فرمایا کہ تم تو قرآن کے معنی خوب جانتے ہو اور تہجد خوان بھی ہو اور بچپن سے تم نمازی اور دیندار بھی ہو، خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہو۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود کا بتایا ہوا نسخہ استعمال کرو۔ میں نے کہا وہ کونسا ہے؟ انہوں نے درثمین فارسی میرے ہاتھ میں دے کر یہ مقام نکالا۔

خواہی کہ روشنت شود احوال صدق ما
روشندلی بخواہ ازاں ذات ذوالکرم

(ترجمہ: اگر تو چاہتا ہے کہ ہماری سچائی کی حقیقت تجھ پر روشن ہو جائے تو اُسی مہربان ذات سے دل کی روشنی مانگ۔)

خلاصہ یہ کہ رات کو میں ایک خلوت گاہ میں نماز استخارہ پڑھ کر سویا اور اسی رات رسول کریم ﷺ نے مجھے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق وہ کچھ بتایا جس کی تحریر کے لئے دو تین صفحات کی ضرورت ہے۔ الغرض مَیں اسی ماہِ مارچ ۱۹۰۸ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوا اور بعد ازاں تاحال کسی وقت بھی بفضلِ خدا میرے ایمان پر زلزلہ نہیں آیا اور خدا تعالیٰ کے افضال اور بشارات کے ماتحت دونوں خلافتوں پر انشراحِ صدر سے میرا ایمان ہے اور اِس پر قائم ہوں....."

آپ کی وفات پر حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہ نے بھی اخبار الحکم میں آپ کے متعلق مضمون لکھا۔ اس کے علاوہ اخبار الفضل میں بھی آپ کے دو خطوط شائع شدہ ہیں جن سے آپ کے اخلاص اور سلسلہ احمدیہ کے لیے قربانی کے جوش کا علم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا:

"وقت تحریک ایک لاکھ چندہ میں نے ایسی حالت میں دس روپے کا وعدہ لکھ دیا جبکہ 2/ اکتوبر 1924ء سے علاقہ ہذا میں میری زرعی اراضی اور کاروبار وثیقہ نویسی بوجہ شدید مخالفت بند ہے اور کثیر کنبہ کا گذارہ نہایت تنگی سے ہوتا ہے، دس روپیہ چندہ موعودہ میں سے پانچ روپیہ پہلے ادا کر چکا ہوں مزید پانچ روپیہ کے لیے دل نے بوجہ تنگدستی تساہل اختیار کیا مگر یک ماہ کی مزید میعاد کے اندر ہر وقت بوقت نماز تہجد دل شرمندہ ہو کر کہتا کہ کہیں سے قرض لے کر ادا کروں تا وعدہ شکنی پر اللہ کریم ناراض نہ ہو مگر حالات امتحانی تھے کہ کچھ انتظام نہ ہو سکا۔ اسی اثناء میں متواتر تین رات تہجد پڑھتے وقت حضور کی پیاری شکل ممبر پر رونق افروز ہو کر تحریک کا نظارہ اچانک اندھیری رات میں آنکھوں کے سامنے آجاتا، آج صبح میں نے اپنے اضطراب کا ذکر اپنی بیوی سے کیا تو اس نے کہا چھوٹے چھوٹے بچوں کے عید کے کپڑوں کے لیے اور تین روپے آرد کے لیے کل دس روپے کا نوٹ ہے، ان میں سے پانچ روپیہ آج ہی بقایا چندہ میں 30/ جون سے پیشتر بھیج دو اس لیے اللہ کریم کا شکر گزار ہوں کہ باوجود اس قدر ابتلاء اور تنگدستی کے اُس نے اپنے فضل سے یہ توفیق بخشی، قبول فرما کر دعا فرما دیں۔ والسلام 27/ جون 1925ء"

(الفضل 18 جولائی 1925ء صفحہ 2)

ناظر صاحب بیت المال قادیان کی ایک رپورٹ میں آپ کا ایک خط یوں درج ہے:

"تحریک جلسہ سالانہ اخبار میں بار بار پڑھ کر اس قدر جوش آتا کہ بذریعہ ہوا و باد اپنا چندہ روانہ کروں مگر ہمارے بدقسمت گاؤں میں ڈاک خانہ نہیں ہے اور چاروں طرف سے دریا محیط ہے۔ بوجہ نہ ہونے ڈاک خانہ و کثرت بیماری و سراسیمگی چندہ میں تاخیر ہوئی لہٰذا اب اپنا اور متعلقین کا چندہ جلسہ سالانہ 10 / 1 ارسال کرتا ہوں۔ ملک الطاف خاں از ترناب ضلع پشاور۔"

(الفضل 24 جنوری 1930ء صفحہ 17)

آپ نے جنوری 1935ء میں وفات پائی، اخبار الفضل نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا:

بقیہ صفحہ 7 پر

05 نومبر 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:08	17:42
مدینہ منورہ	05:11	17:39
قادیان	05:25	17:35
ربوہ	05:05	17:15
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:34	16:29